OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 9, Issue 1 (January-March 2026)

خواجہ شمس الدین عظیمی کے اسلوبِ نثر میں تجدیدِ تصوف اور جدید سیرت نگاری: ایک سائنسی، فکری اور اسلوبیاتی مطالعہ

Sufic Revival and Modern Prophetic Biography in the Prose Style of Khwaja Shamsuddin Azeemi: A Scientific, Intellectual, and Stylistic Study

Tahira Rubab
Ph.D Urdu Scholar G.C.U Lahore
tahirarubabazeemi@gmail.com
Dr. Yasir Zeeshan Mughal
Assistant Professor Urdu, Government Jinnah Islamia Graduate College Sialkot
yzazeemi@gmail.com
Uzma Bukhari
Assistant Professor Urdu, Government Girls College Chistian/ PhD Urdu Scholar, Minhaj University Lahore
uzmabukharictn@gmail.com

Abstract

Khawaja Shamsuddin Altamash/Azemi transformed Urdu hagiography and Sufi literature by infusing them with rational and scientific dimensions tailored to modern intellectual demands. Departing from traditional sermonizing, his prose seamlessly synthesizes scientific reasoning, parapsychology, and metaphysics, interpreting prophetic miracles and esoteric truths through the lens of cosmic and natural laws.Characterized by lucidity, conciseness, and

CC BY

classical elegance, his writing conveys complex mystical concepts with remarkable clarity, rendering them compelling to the contemporary scientific mind. Bridging traditional heritage with modern thought—particularly in post-independence Urdu prose—he pioneered a nuanced intellectual synthesis of religious narrative, scientific logic, and mystical intuition. Through works like his three-volume masterpiece *Muhammad Rasulullah*, he established a uniquely progressive landmark in contemporary Urdu biography and spiritual literature.

Keywords: Khwaja Shamsuddin Azeemi; Urdu Prose Style; Sufic Revival; Modern Prophetic Biography; Scientific Mysticism; Stylistic Analysis

تمہید

خواجہ شمس الدین عظیمی نے جدید دور کے فکری اور مادی تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اردو میں سیرت نگاری اور تصوف کو ایک بالکل نیا، عقلی اور سائنسی ابعاد (Dimensions) عطا کیا۔ ان کا اسلوب روایتی وعظ سے ہٹ کر سائنسی توجیہات، پیر اسائیکالوجی اور مابعد الطبیعیات کا حسین امتزاج ہے، جہاں وہ انبیاء کے معجزات اور صوفیانہ حقائق کو کائناتی اور سائنسی و علمی قوانین کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔ ان کی نثر کا بنیادی وصف سلاست، ایجاز اور کلاسیکی شکوہ کے ساتھ ساتھ سائنسی روانی اور ابلاغ کی صفائی ہے۔ انہوں نے پیچیدہ باطنی اسرار اور متصوفانہ افکار کو عام فہم اور متوازن انداز میں ڈھالا ہے کہ عصرِ حاضر کا جدید اور سائنسی شعور رکھنے والا قاری بھی اس سے متاثر ہوتا ہے۔ قدیم سے جدید روایت بالخصوص قیام پاکستان کے بعد عظیمی صاحب نے اردو نثر، بالخصوص جدید سیرت نگاری میں مذہبی بیانیے کو سائنسی منطق اور صوفیانہ وجدان سے جوڑ کر ایک اچھوتی فکری جدت کی بنیاد رکھی۔

عصرِ رواں میں جب مادی افکار کی یورش نے انسانی قلوب کو بے چین اور روح کو پیاسا کر دیا ہے، تصوف اور باطنی علوم کی بازیافت وقت کی اہم ترین ضرورت بن چکی ہے۔ اس تاریک فضا میں علم و عرفان کی شمع روشن کرنے والی ہستیوں میں سلسلہ عظیمیہ کے مقتدا، خواجہ شمس الدین عظیمی کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ نے دورِ جدید کے انسان کو تصوف کی حقیقی روح سے روشناس کرانے کے لیے اپنے قلم اور عمل کو جس خوبصورت توازن کے ساتھ استعمال کیا، وہ تاریخِ تصوف کا ایک روشن باب ہے۔ آپ بیک وقت ایک صاحبِ بصیرت مفکر، بے مثال روحانی معالج، تاریخ ساز مدیر، اور تصوف کے عملی پہلوؤں کو عام فہم اسلوب میں پیش کرنے والے نابغہ روز گار انسان ہیں جنھوں نے سلسلہ عظیمیہ کی فکر اور الٰہی پیغام کو چہار دانگِ عالم میں عام کرنے کے لیے شب و روز کی قید سے آزاد ہو کر مساعی جمیلہ انجام دیں۔ آپ نے پیامِ حق کی ترویج اور ارکانِ سلسلہ کی باطنی

تربیت کے تئیں نہ صرف ارضِ پاک کے طول و عرض کو اپنے قدموں سے ناپا، بل کہ سمندر پار اٹھارہ ممالک کا دعوتی و تعلیمی سفر اختیار کر کے اس پیغام کو آفاقی وسعت بخشی۔ علم و دانش کی معتبر درس گاہوں اور جامعات نے آپ کو فکرِ تصوف پر لکچر دینے کے لیے مدعو کیا، جہاں آپ کے حکیمانہ افکار نے علم دوست طبقے کو بے حد متاثر کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ابلاغِ عامہ کے جدید ذرائع، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے منبروں سے بھی آپ کے مواعظِ حسنہ مسلسل نشر ہوتے رہے، جن سے لاکھوں پیاسے دلوں کو سیرابی حاصل ہوئی۔ آپ کی زیرِ سرپرستی منعقد ہونے والے تربیتی و تنظیمی پروگرام آج بھی تشنگانِ علمِ باطن کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

شجرہ عالیہ اور ولادتِ باسعادت

خواجہ صاحب کا تعلق افغانستان کے صوبہ ہرات کے ایک علمی و روحانی گھرانے سے ہے، جن کے آباؤ اجداد نے ہجرت کے کٹھن مراحل طے کر کے ہندوستان میں سکونت اختیار کی۔[1] آپ کا سلسلہ نسب پیرِ ہرات حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری سے ہوتا ہوا میزبانِ رسول، حضرت ابو ایوب انصاریؓ تک جا پہنچتا ہے، جو آپ کی خاندانی فضیلت اور نسبتِ رسول ﷺ کا کا ایک روشن باب ہے۔ وقار یوسف اجداد کے احوال و آثار بارے لکھتے ہیں:

> "آپ کے والد ماجد کا نام حاجی انیس احمد انصاری اور والدہ ماجدہ کا نام امت الر حمن ہے۔ بر صغیر پاک ہند میں دینی خدمات کے حوالہ سے معروف محترم عالم دین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حاجی انیس احمد انصاری کے پھوپھا تھے، اس لحاظ سے مولانا خلیل احمد سہارنپوری رشتہ میں خواجہ شمس الدین عظیمی کے دادا ہوئے۔" [2]

آپ ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۷ء (۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ) کی ایک مبارک صبح، جب فجر کی اذانیں فضا کو معطر کر رہی تھیں، انبیٹھہ پیرزادگان (ضلع سہارنپور) میں اس دنیا میں تشریف لائے۔[3] آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والدِ ماجد نے ایک بابرکت پیشین گوئی والا خواب دیکھا، جس کی تعبیر شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے حضورِ اکرم ﷺ کے مشن کی اشاعت کرنے والی ایک ایسی ہستی سے دی جو روحانیت کے چراغ روشن کرے گی۔ آپ کے سوانح نگار شہزاد عظیمی لکھتے ہیں کہ:

> "آپ کے والد الحاج انیس احمد انصاری صاحب نے آپ کی پیدائش سے قبل خواب میں دیکھا کہ تہجد کا وقت ہے آسمان ستاروں سے بھرا ہوا ہے اور ذوق و شوق سے آسمان میں لٹکی ہوئی قندیلوں کو دیکھ رہے تھے کہ ایک ستارہ آسمان سے ٹوٹا اور حاجی صاحب نے اپنا دامن پھیلا لیا۔ یہ ستارہ ان کے دامن میں آ گیا۔ اگلے روز شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب سے خواب بیان کیا تو انہوں نے فرمایا، حاجی صاحب مبارک ہو، آپ کی اولاد میں ایک اولاد، روحانی ہو گی اور اس سے سیدّنا حضور علیہ الصلوۃ کا مشن فروغ پائے گا۔" [4]

تربیت اور اوائل عمری کا ماحول

آپ کا بچپن ایک ایسے گھرانے میں گزرا جہاں ذکرِ الٰہی کی تسبیحات اور کلام پاک کی تلاوت سے فضا ہمہ وقت مہکتی رہتی تھی۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز گھر پر ہی ہوا، جہاں آپ نے اپنے برادرِ بزرگ مولانا ادریس انصاری سے اردو اور فارسی کی بنیاد رکھی۔ محض بارہ برس کی عمر میں انبیٹھہ کے مدرسے سے قرآنِ کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی، جس کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی نے حاجی انیس احمد انصاری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

> "انبیٹھ پیرزادگان کے باسیوں میں حاجی انیس احمد انصاری کی ایک بات کا طویل عرصہ تک چرچا رہا۔ اُن سے کسی محفل میں سوال کیا گیا کہ حاجی صاحب! کیا آپ حافظ ہیں؟ حاجی انیس احمد انصاری نے برجستہ جواب دیا کہ میں حافظوں کا باپ ہوں۔ اِس جواب کی وجہ یہ تھی کہ حاجی صاحب کے چاروں صاحب زادوں نے قرآن پاک حفظ کیا تھا"[5]

انسان کی تعلیم و تربیت کا سب سے پہلا گہوارہ اس کا گھر ہوتا ہے۔ گھر میں آپ کی شخصیت پر دادی جان اور والدہ ماجدہ کا گہرا اثر تھا۔ دادی اماں نے آپ کے لاشعور میں فرشتوں، کائنات اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کے بیج بوئے۔ اس دور کا مختصر تذکرہ انہوں نے اپنی کتاب آواز دوست میں اس طرح کیا ہے:

> "میں نے شعور کے زینے پر پہلا قدم رکھا تو یہ دیکھا کہ دادی اماں کی گود میں ہوں اور دادی اماں اللہ کے کلام کے ورد میں مگن ہیں۔ یہ بھی دیکھا کہ رات کو سونے سے پہلے کلمہ شہادت پڑھوایا جارہا ہے اور صبح بیدار ہونے کے وقت لازم تھا کہ آنکھ کھلتے ہی کلمہ طیبہ پڑھا جائے۔ دادی اماں کہانیاں بھی سناتی تھیں۔ ہر کہانی کا ایک ہی مفہوم ہوتا تھا کہ ہمارا تمہارا خدا بادشاہ، خدا کا بنایا رسول بادشاہ۔ اللہ نے اپنے رسول کے پاس فرشتہ بھیجا، میں نے پوچھا اماں فرشتہ کیا ہوتا ہے؟ بیٹا! فرشتہ بھی ہماری طرح اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق ہے۔ اماں آپ نے فرشتہ دیکھا ہے؟ نہیں، لیکن سنا ہے کہ وہ جگمگ کرتی روشنیوں سے بنا ہوتا ہے، جب وہ اڑتا ہے تو اس کے پروں میں سے چاند، سورج اور ستاروں کی طرح روشنیاں نکلتی ہیں۔ اماں آپ نے ہمارے حضور ﷺ کو دیکھا ہے؟ ہاں بیٹے دیکھا ہے۔ ایک بار، اماں ہمارے حضور ﷺ کیسے ہیں؟ بیٹے چاند کی طرح ہیں۔ اتنے خوبصورت کے بس اللہ ہی جانے۔"[6]

خواجہ شمس الدین عظیمی کی تربیت ایک پاکیزہ ماحول میں ہوئی۔ آپ کے گھر کا ماحول مذہبی تھا۔ لیکن اس میں دوسرے مذہب کے لوگوں کے لیے کدورت یا نفرت نہیں تھی۔ آپ کے مزاج اور رویہ میں جو رواداری اور نیک نیتی پائی جاتی ہے۔ اِس میں گھر کے ماحول کا عمل دخل ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ نہایت نیک، متقی، پرہیزگار اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ والدہ محترمہ نے

آپ کی تہذیب و شائستگی اور باقاعدگی پر خصوصی توجہ دی۔ سونے سے پہلے اور صبح اٹھنے کے بعد کے معمولات آپ کی حیات کا ایسالازمی حصہ بن گیا کہ جس نے آپ کے باطن کو جِلا بخشی۔ اس بارے میں شہزاد عظیمی بیان کرتے ہیں:

"آپ کی والدہ رات کو سلاتے وقت ہمیشہ سیدھی کروٹ لٹاتیں، صبح سویرے بیدار کر کے فرماتیں، اٹھو! صبح ہو گئی ہے۔ کلمہ پڑھو، عظیمی صاحب فرماتے ہیں اب بھی صبح کو جب میں اٹھتا ہوں غیر اختیاری طور پر کلمہ زبان پر آجاتا ہے"۔ [7]

دوران تربیت آپ کی والدہ محترمہ نے نفاست پسندی، اشیاء کی حفاظت اور شکر گزاری کی تعلیمات آپ کے مزاج میں شامل کیں۔

شہزاد عظیمی یوں رقم طراز ہیں:

"بچوں کو ہمیشہ صاف ستھرے کپڑے پہناتیں، میلے کپڑوں کے متعلق نصیحت تھی کہ میلے کپڑے اتارو تو انہیں تہہ کر کے رکھو جو لوگ میلے کپڑے یونہی اتار کر پھینک دیئے جاتے ہیں وہ ناشکرے لوگ ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنی چیزوں کی حفاظت نہیں کر سکتے"۔[8]

جہدِ مسلسل اور طریقت کا سفر

خواجہ شمس الدین عظیمی کی زندگی ان کے لیے ایک عملی درس ہے جو کامیابی کو محض آسائشوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ نے زندگی کی تلخ حقیقتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ والد صاحب کی وکالت چھوڑ کر رزقِ حلال کے لیے مزدوری اختیار کرنے کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے آپ نے کبھی محنت سے عار نہیں محسوس کیا۔ آپ نے نوجوانی میں سہارنپور سے دہلی ہجرت کی، جہاں حکیم امتیاز الدین کی زیرِ نگرانی دواسازی اور نسخہ نویسی میں مہارت حاصل کی۔ اسی دوران اپنے بڑے بھائی مولانا محمد ادریس انصاری کے رسالے "آفتابِ نبوت'' سے بطور مدیر و منتظم وابستہ ہوئے، جبکہ تحریکِ پاکستان کے حق میں روزنامہ 'خلافت' اور 'زمیندار' میں مضامین بھی لکھے۔ تقسیمِ ہند کے پر آشوب دور میں بیس سال کی عمر ہندوستان سے لاہور اور پھر صادق آباد تشریف لائے اور محنت مزدوری سے آغاز کیا؛ پہلے کپڑے کا کاروبار چمکایا اور بعد ازاں شکر کی ڈیلر شپ حاصل کی۔ تلاشِ معاش کا یہ سفر بالآخر کراچی پر منتج ہوا، جہاں ابتداً ہمدرد دواخانہ کے شعبۂ تشخیص سے وابستہ ہوئے اور پھر اپنا ذاتی کاروبار قائم کیا۔ آپ نے ہمیشہ توکل علی اللہ کو زادِ راہ بنایا اور محنت کو شعار رکھا۔ صحافتی و روحانی خدمات کے میدان میں، ۱۹۶۹ء میں روزنامہ 'حریت' کراچی میں ان کا ہفتہ وار کالم "روحانی علاج'' بے حد مقبول ہوا۔ اس سے قبل، ۱۹۵۰-۱۹۵۱ء میں انہوں نے نامساعد حالات کے باوجود کراچی سے رسالہ "آفتابِ نبوت'' کا دوبارہ اجرا کیا، جس کے تمام تر انتظامی و ادارتی امور بشمول کالم "روحانی ڈاک'' وہ تنِ تنہا سر انجام دیتے رہے اور یہ سلسلہ دو ڈھائی سال تک جاری رہا۔ دہلی میں طب سیکھنے سے لے کر، تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان آنے تک، آپ کی زندگی کا ہر قدم خودداری اور توکل کا استعارہ رہا۔ اس بارے میں شہزاد عظیمی لکھتے ہیں :

" ٹوکرے میں پھل رکھ کر بھی بیچتے، کپڑوں کی گٹھڑی کمر پر رکھ کر گاؤں گاؤں جاکر کپڑا فروخت کیا۔ کتابیں بیچیں۔ چکی لگائی، تختے پر قینچیاں بیچیں۔ کاروبار کے لیے یہ نہیں سوچا کہ ترقی ہوگی یا تنزلی ہوگی۔ بس کام شروع کر دیا۔ معاشی استحکام کے بعد آپ نے صادق آباد میں کپڑے کی ہول سیل کی دکان کے علاوہ آڑھت کی دکان بھی کی"۔[9]

آپ کی زندگی میں ایک نیا موڑ تب آیا جب آپ کی ملاقات عظیم روحانی پیشوا حضرت سید محمد عظیم برخیا المعروف قلندر بابا اولیاءؒ سے ہوئی۔ یہ تعلق محض مرید اور پیر کانہ تھا، بل کہ ایک نئی جہت کا آغاز تھا۔ آپ سولہ برس تک اپنے مرشد کے زیرِ سایہ باطنی علوم کے کٹھن اور دقیق مراحل طے کرتے رہے۔ ان کی صحبت میں رہ کر آپ نے کائنات کے اسرار، حضورِ اکرم ﷺ کی تجلیات اور ربِ کائنات کے نور کو اپنے مرشد کے وجود میں پایا۔ اپنے مرشد کے بارے میں آپ کے جذبات والہانہ ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے اس عظیم بندے کے 14 سال شب و روز دیکھے ہیں۔ ذہنی جسمانی اور روحانی معمولات میرے سامنے ہیں۔ میں نے اس عظیم بندے کے دل میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ میں نے اس عظیم بندے کے من مندر میں اللہ کو دیکھا ہے۔ میں نے اس عظیم بندے کے نقطہ واحدانی میں کائنات اور کائنات کے اندر راربوں کھربوں سنکھوں مخلوق کو ڈوریوں میں بندھے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ کائنات کی حرکت اس عظیم بندے کی ذہنی حرکت پر قائم ہے اس لیے کہ یہ اللہ کا خلیفہ ہے۔ میں نے اس بندے کی زبان سے اللہ کو بولتے سنا ہے۔"[10]

انہی کے عطا کردہ لقب "خواجہ" اور نسبت "عظیمی" سے آپ کی شناخت قائم ہوئی، جسے آپ نے پوری دنیا میں ایک نئے فکر کے ساتھ روشناس کرایا۔

تصنیف و تالیف کی بہارِ بے خزاں

گذشتہ چار دہائیوں سے زائد عرصے پر محیط آپ کا تصنیفی سفر بلاشبہ ایک علمی معجزہ ہے۔ آپ نے تصوف، مابعد الطبیعیات، سوانح اور معالجہ جیسے گوناگوں موضوعات پر تین درجن سے زائد کتب اور اسی سے زائد فکر انگیز کتابچے تصنیف فرمائے۔ آپ کی تصانیف محض روایتی وعظ نہیں بل کہ ان میں علم اور وجدان کا حسین امتزاج ملتا ہے۔

آپ نے تصوف، سیرتِ طیبہ اور اسلامیات پر بیش بہا کتب سپردِ قلم کیں۔ آپ کی اہم تصانیف میں (۱) رنگ و روشنی سے علاج [۱۹۷۷ء، مطبوعہ مکتبہ تاج الدّین بابا، کراچی]، (۲) روحانی علاج [۱۹۷۸ء، مطبوعہ مکتبہ تاج الدّین بابا، کراچی]، (۳) ٹیلی پیتھی سیکھیے [۱۹۸۱ء، مطبوعہ عظیمی پرنٹرز، کراچی]، (۴) تذکرہ قلندر بابا اولیاؒ [۱۹۸۲ء، مطبوعہ مکتبہ بابا تاج الدّین، کراچی]، (۵) روحانی نماز [۱۹۸۳ء، مطبوعہ عظیمی پرنٹرز، کراچی]، (۶) جنّت کی سیر [۱۹۸۴ء، مطبوعہ عظیمی پرنٹرز، کراچی]، (۷) قلندر

شعور[۱۹۸۶ء، مطبوعہ عظیمی پرنٹرز، کراچی]،(۸) تجلّیات[۱۹۹۰ء، مطبوعہ عظیمی پرنٹرز، کراچی]،(۹) کشکول[۱۹۹۰ء، مطبوعہ عظیمی پرنٹرز، کراچی]،(۱۰) آوازِ دوست[۱۹۹۰ء، مطبوعہ عظیمی پرنٹرز، کراچی]،(۱۱) روحانی ڈاک جلد اول[۱۹۹۱ء، مطبوعہ مکتبہ عظیمیہ، لاہور]،(۱۲) روحانی ڈاک جلد دوم[۱۹۹۲ء، مطبوعہ مکتبہ عظیمیہ، لاہور]،(۱۳) پیرا سائیکولوجی[۱۹۹۲ء، مطبوعہ عظیمی پرنٹرز، کراچی]،(۱۴) توجیہات[۱۹۹۳ء، مطبوعہ مکتبہ عظیمیہ، لاہور]،(۱۵) روحانی ڈاک جلد سوم[۱۹۹۳ء، مطبوعہ مکتبہ عظیمیہ، لاہور]،(۱۶) روحانی ڈاک جلد چہارم[۱۹۹۴ء، مطبوعہ مکتبہ عظیمیہ، لاہور]،(۱۷) نظریہ رنگ و نور[۱۹۹۴ء، مطبوعہ الکتاب پبلی کیشنز، کراچی]،(۱۸) مراقبہ[۱۹۹۵ء، مطبوعہ الکتاب پبلی کیشنز، کراچی]،(۱۹) خواب اور تعبیر[۱۹۹۶ء، مطبوعہ الکتاب پبلی کیشنز، کراچی]،(۲۰) محمد رسول اللہ جلد اول[۱۹۹۶ء، مطبوعہ الکتاب پبلی کیشنز، کراچی]،(۲۱) محمد رسول اللہ جلد دوم[۱۹۹۷ء، مطبوعہ الکتاب پبلی کیشنز، کراچی]،(۲۲) معمولاتِ مطب[۱۹۹۸ء، مطبوعہ الکتاب پبلی کیشنز، کراچی]،(۲۳) کلر تھراپی[۱۹۹۸ء، مطبوعہ الکتاب پبلی کیشنز، کراچی]،(۲۴) شرح لوح و قلم[۱۹۹۹ء، مطبوعہ الکتاب پبلی کیشنز، کراچی]،(۲۵) ہمارے بچے[۲۰۰۰ء، مطبوعہ ہیلنگ سینٹر، مانچیسٹر]،(۲۶) بڑے بچوں کے لیے[۲۰۰۱ء، مطبوعہ ہیلنگ سینٹر، مانچیسٹر]،(۲۷) محمد رسول اللہ جلد سوم[۲۰۰۲ء، مطبوعہ الکتاب پبلی کیشنز، کراچی]،(۲۸) اللہ کے محبوب[۲۰۰۲ء، مطبوعہ الکتاب پبلی کیشنز، کراچی]،(۲۹) ۱۰۱ اولیا اللہ خواتین[۲۰۰۲ء، مطبوعہ الکتاب پبلی کیشنز، کراچی]،(۳۰) اسمِ اعظم[۲۰۰۲ء، مطبوعہ مکتبہ عظیمیہ، لاہور]،(۳۱) قوس و قزح[۲۰۰۲ء، مطبوعہ مکتبہ عظیمیہ، لاہور]،(۳۲) صدائے جرس[۲۰۰۳ء، مطبوعہ الکتاب پبلی کیشنز، کراچی]،(۳۳) روحانی حج اور عمرہ[۲۰۰۳ء، مطبوعہ الکتاب پبلی کیشنز، کراچی]،(۳۴) خواتین کے مسائل[۲۰۰۳ء، مطبوعہ مکتبہ عظیمیہ، لاہور]،(۳۵) ذات کا عرفان[۲۰۰۳ء، مطبوعہ مکتبہ عظیمیہ، لاہور]،(۳۶) محبوب بغل میں[۲۰۰۳ء، مطبوعہ مکتبہ عظیمیہ، لاہور]،(۳۷) اسلامیات ششم[۲۰۰۳ء، مطبوعہ الکتاب پبلی کیشنز، کراچی]،(۳۸) احسان و تصوّف[۲۰۰۴ء، مطبوعہ بہاؤالدّین زکریا یونیورسٹی، ملتان]،(۳۹) روح کی پکار[۲۰۰۵ء، مطبوعہ مکتبہ عظیمیہ، لاہور]،(۴۰) خطباتِ ملتان[۲۰۰۷ء، مطبوعہ بہاؤالدّین زکریا یونیورسٹی، ملتان]،(۴۱) اسلامیات ہفتم[۲۰۰۷ء، مطبوعہ الکتاب پبلی کیشنز، کراچی]،(۴۲) اسلامیات ہشتم[۲۰۰۷ء، مطبوعہ الکتاب پبلی کیشنز، کراچی]،(۴۳) آگہی[۲۰۱۰ء، انصاری بک سینٹر، کراچی]،(۴۴) ہمارے بچے حصہ دوم[۲۰۱۰ء، انصاری بک سینٹر، کراچی]،(۴۵) وقت[۲۰۱۱ء، انصاری بک سینٹر، کراچی]، اور(۴۶) بارانِ رحمت[۲۰۱۲ء، مطبوعہ بہاءالدّین زکریا یونیورسٹی، ملتان]شامل ہیں۔

کائناتی اسرار اور مختصر علمی رسائل (کتابچے)

طویل کتب کے علاوہ آپ نے نہایت باریک اور لطیف موضوعات کو مختصر کتابچوں کی صورت میں قلمبند کیا ہے تاکہ عام قاری بھی گہرے اسرار کو بآسانی سمجھ سکے۔ ان کتابچوں میں جہاں ایک طرف خالقِ کائنات کی کاریگری اور کائناتی نظام پر روشنی ڈالی گئی ہے وہیں دوسری طرف تاریخِ انسانی کے عظیم انبیاء کے متبحر تذکرے ملتے ہیں۔ ان تحریروں میں معاشرتی اصلاح کے پہلو کو اجاگر کرنے کئی اہم موضوعات کو جگہ دی گئی، جبکہ باطنی منازل کی تفہیم کے لیے متصوفانہ عنوانات کے ذریعے سالکینِ راہِ حق کی فکری تسلی کا مکتوب سرانجام دیا گیا۔ بلاشبہ، خواجہ شمس الدین عظیمی نے اپنی تحریروں، کالموں، علمی کتب اور شبانہ روز دعوتی

اسفار کے ذریعے اکیسویں صدی کی نوجوان نسل کے شعور کو مادی زنجیروں سے آزاد کر کے باطنی روشنی کی طرف لانے کا وہ عظیم فریضہ انجام دیا ہے جس کا نقش تاریخ میں ہمیشہ ثبت رہے گا۔

آپ نے جو مختصر مگر جامع کتابچے تصنیف کیے، وہ جو آج پاکستان کے ساتھ ساتھ دنیا کے مختلف ممالک میں صوفیانہ ادب اک حصہ ہیں۔ یہ کتابچے (۱) سونا بنانے گا گُر، (۲) گھر گھر دستک، (۳) زمین ناراض ہے، (۴) بارش، (۵) نماز اور مراقبہ، (۶) کہکشاں، (۷) دلہن، (۸) اسم اعظم، (۹) انسان اور لوح محفوظ، (۱۰) جنّتم، (۱۱) محبوب بغل میں، (۱۲) انی جاعل فی الارض خلیفہ، (۱۳) سانس کی لہریں، (۱۴) علم الکتاب، (۱۵) انسانی مشین، (۱۶) کانفرنس، (۱۷) مرکزی مراقبہ ہال، (۱۸) کن فیکون، (۱۹) موت و زیست، (۲۰) حضور قلندر بابا اولیاء اور مسلم سائنس دان، (۲۱) ہمارے حضور ﷺ کے تبرکات، (۲۲) الصلوٰۃ معراج المومنین، (۲۳) ایک سو ایک اولیاء اللہ خواتین، (۲۴) اللہ تعالیٰ کا عرفان کیسے حاصل کیا جائے، (۲۵) سلسلہ عظیمیہ کی تعلیمات، (۲۶) روحانی ٹریننگ ورکشاپ اغراض و مقاصد، (۲۷) تیرھویں ورکشاپ، (۲۸) روحانی ورثہ اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟، (۲۹) ہمارے حضور ﷺ بچوں کے لیے، (۳۰) مراقبہ سے بیماریوں کا علاج، (۳۱) شب قدر میں اللہ تعالیٰ کی تجلی کا دیدار کیجیے، (۳۲) آدمی اور انسان، (۳۳) حضرت ادریسؑ، (۳۴) حضرت ابراہیمؑ، (۳۵) حضرت نوحؑ، (۳۶) حضرت یعقوبؑ، (۳۷) حضرت اسمٰعیلؑ، (۳۸) حضرت آدمؑ، (۳۹) اے واعظو! اے منبر نشینو!، (۴۰) مرشد اور مرید کا رشتہ، (۴۱) روشنی قید نہیں ہوتی، (۴۲) قوسِ قزح، (۴۳) انبیا کی مائیں، (۴۴) یقین اور مشاہدہ، (۴۵) ہر انسان اللہ کا دوست بن سکتا ہے، (۴۶) عورت مرد کا لباس ہے، (۴۷) عامل معمول، (۴۸) ہمارا دل، (۴۹) ایٹم بم، (۵۰) تعارف سلسلہ عظیمیہ، (۵۱) احسن الخالقین، (۵۲) حضرت یوسفؑ، (۵۳) حضرت صالحؑ، (۵۴) حیرت کے چودہ سال، (۵۵) استغنا، (۵۶) حضرت مریمؑ، (۵۷) کائناتی سسٹم، (۵۸) حضرت لوطؑ، (۵۹) سوشل اینیمل، (۶۰) ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبرؑ، (۶۱) فرشتوں نے کہا!، (۶۲) تصوّف اور صحابہ کرام، (۶۳) خدمت خلق اور سلسلہ عظیمیہ، (۶۴) تصوّف، (۶۵) اسم ذات اللہ، (۶۶) جو پالیتا ہے وہ کھو جاتا ہے، (۶۷) آدم کی چھ ارب اولادیں، (۶۸) اندر کی آنکھ، (۶۹) شیخ عبد القادر جیلانی، (۷۰) نو کروڑ میل، (۷۱) پتھر میں زندہ کیڑا، (۷۲) بارہ کروڑ اکیس لاکھ چوالیس ہزار، (۷۳) آدمؑ و حوّاؑ، (۷۴) روح، (۷۵) نیر نجات، (۷۶) امہات الانبیاؑ، (۷۷) عقیدہ کے عنوان سے لکھے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں، تعلیمی میدان میں مدرسوں اور اسکولوں کے ثانوی درجات کے لیے تحریر کردہ اسلامیات کی کتب اخلاقی تربیت کا فریضہ بخوبی انجام دے رہی ہیں۔

صحافت اور بیداریِ افکار

خواجہ شمس الدین عظیمی کی علمی خدمات کا دائرہ کار انتہائی وسیع اور کثیر جہت ہے۔ صحافت کے میدان میں آپ کا علمی ورثہ آج بھی روحانیت کے متلاشیوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اداریہ نویسی اور مختلف اخبارات میں پیراسائیکالوجی اور عوامی مسائل پر آپ کے کالموں نے لاکھوں افراد کی ذہنی و اخلاقی اصلاح کی۔ گویا خواجہ شمس الدین عظیمی نے صحافت کو مروجہ معنوں میں محض ایک پیشہ یا حصولِ معاش کا ذریعہ نہیں بنایا، بل کہ اسے اذہان کی فکری آبیاری اور باطنی اصلاح کا مؤثر ترین وسیلہ تسلیم کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد، دہائیوں کے سفر میں آپ نے مختلف اخبارات کے صفحات پر اپنے علم کی جوت جگائی۔ ۱۹۶۹ء میں روزنامہ

حریت کے کالم "روحانی علاج" سے شروع ہونے والا یہ علمی سفر روزنامہ جنگ اور اخبارِ جہاں کے گراں قدر صفحات تک پھیل گیا۔ آپ نے "روحانی ڈاک"، "پیراسائیکالوجی" اور خوابوں کی تعبیر جیسے اچھوتے موضوعات کے ذریعے دورِ حاضر کے سلگتے ہوئے نفسیاتی ومابعد الطبیعیاتی سوالات کا تشفی بخش حل پیش کیا۔

۱۹۷۸ء کا سال آپ کی صحافتی زندگی میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے جب آپ نے ماہ نامہ "روحانی ڈائجسٹ" کا اجرا کیا۔ اس جریدے میں آپ نے "آوازِ دوست" کے عنوان سے سحر انگیز اداریے تحریر کیے، "نورِ الٰہی" اور "نورِ نبوت" کے تحت علم و عرفان کے موتی بکھیر کر قارئین کے دلوں میں عشقِ رسول ﷺ کی شمع روشن کی۔

افکار کی بین الاقوامی پذیرائی اور تراجم

آپ نے پاکستان سمیت امریکہ، کینیڈا، برطانیہ اور آسٹریلیا میں ۲۳ مراقبہ ہال قائم کر کے صوفیانہ تعلیمات کو خانقاہی حدود سے نکال کر عام آدمی تک پہنچایا۔ علاوہ ازیں، فلاحی ادارے، تعلیمی مراکز اور بلا معاوضہ روحانی علاج کے ذریعے آپ کی انسانیت دوستی ایک ایسی مثال ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ رہے گی۔ آپ ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت کا نام ہے جنہوں نے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق تصوف کو ایک سائنسی اور عقلی بنیاد فراہم کی، اور جس نے بھی آپ کی صحبت یا تحریروں سے استفادہ کیا، اسے اپنی ذات کا عرفان نصیب ہوا۔ خواجہ شمس الدین عظیمی کے صوفیانہ اور سائنسی افکار کی گونج دنیا بھر میں سنی گئی۔ آپ کی فکری وسعت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی مایہ ناز کتب کے تراجم دنیا کی بڑی زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں:

- **انگریزی تراجم:** ڈاکٹر ظفر اقبال، مقصود الحسن عظیمی، سید شہزاد ریاض، اور قدسیہ لوٗن جیسے مترجمین کے قلم سے **"محمد رسول اللہ"، "قلندر شعور"، "پیراسائیکالوجی"، "شرح لوح و قلم"، "مراقبہ"، "کشکول" اور "احسان و تصوف"** جیسی ۱۱۶ اہم کتب انگریزی داں طبقے کے لیے شائع ہوئیں۔
- **روسی تراجم:** ماسکو کے مراقبہ ہال کے تعاون سے **"قلندر شعور"، "ٹیلی پیتھی سیکھیے"، "مراقبہ" اور "کلر تھراپی"** سمیت ۵ کتب کو روسی زبان کے قالب میں ڈھالا گیا۔
- **تھائی تراجم:** بینکاک سے ابو عرفان سلیقی کی کاوشوں سے **"قلندر شعور" اور "پیراسائیکلوجی"** کے تھائی زبان میں تراجم پیش کیے گئے۔
- **عربی، ہسپانوی اور سندھی تراجم:** عرب دنیا کے لیے **"تجلیات" اور "روحانی نماز"** کے عربی تراجم، ملتان مراقبہ ہال کی بدولت **"قلندر شعور"** کا ہسپانوی ترجمہ، اور سندھ کے قاری کے لیے **"تذکرہ قلندر بابا اولیا"** کے سندھی تراجم اس آفاقی فکر کی عالمگیر قبولیت کا واضح ثبوت ہیں۔

خواجہ شمس الدین عظیمی: اردو سیرت نگاری کا نیا فکری تناظر

قیامِ پاکستان کے ابتدائی سالوں سے لے کر ممتاز روحانی مفکر الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی کی تصنیفِ لطیف **"محمد رسول اللہ ﷺ" (تین جلدیں)** کی اشاعت تک، اردو سیرت نگاری نے ایک طویل اور کامیاب ارتقائی سفر طے کیا ہے۔ روایتی بیانیے، تاریخی تنقید، ادبی حسن اور عصری شعور کے حسین امتزاج نے بعد کے تذکرہ نگاروں کے لیے ٹھوس بنیادیں فراہم

کیں۔ یہی وقیع علمی وفکری روایت آگے چل کر خواجہ شمس الدین عظیمی کے ہاں ایک اچھوتے روحانی، فکری اور دعوتی اسلوب میں جلوہ گر ہوتی ہے، جو متلاشیانِ حق کے قلوب کو نورِ مصطفوی سے منور کرنے کا باعث ہے۔

اسلوب، دراصل پنہاں افکار اور قلبی واردات کے ابلاغ کا وہ دلنشیں اور انفرادی سانچہ ہے جسے مغربی تنقید میں 'Style' اور شرقی روایات میں 'سبک' یا 'طرز' سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لغت کی باریکیوں پر غور کریں تو 'سبک' کے خمیر میں دھات کو پگھلا کر کثافتوں سے پاک کرنے اور اسے ایک جمیل قالب میں ڈھالنے کا مفہوم پنہاں ہے، جو اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ عمدہ تحریر وہی ہے جو حشو وزوائد سے یکسر پاک ہو۔ 'طرز' جہاں نقاشی اور فیشن کے پیرائے کو چھوتا ہے، وہاں 'اسلوب' اس اچھوتی روش کا نام ہے جس میں کاتب کی ذات کے نقوش منعکس ہوتے ہیں۔ لغت کی ورق گردانی ہمیں بتاتی ہے:

> "لفظ 'اسلوب' انگریزی لفظ اسٹائل کے مترادف ہے، یونانی میں اسٹائلوز (Stylos) اور لاطینی میں اسٹائیلس (Stylus) اُسلوب کا ہم معنی ہے اور ہندی میں "شیلی" کہتے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں اِس لفظ کا رشتہ لاطینی سے جوڑا گیا ہے لیکن یہ عقدہ کشائی بھی کی گئی ہے کہ یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ اِس لفظ کا ہمیشہ وہی مطلب اخذ کیا جاتا رہا ہے، جو اسٹائل میں مضمر ہے۔ ساتھ ہی اس کے مطلب ہیں، لکھنے کا طریقِ کار، لکھنے کا قلم، تیز چلنے والا قلم یا لکھنے کا کوئی نوکیلا آلۂ کار۔" [11]

کشاف تنقیدی اصطلاحات کے آئینے میں اسلوب کی تعریف یوں واضح ہوتی ہے:

> "اسلوب سے مراد کسی ادیب یا شاعر کا وہ طریقہ ادائے مطلب یا خیالات و جذبات کے اظہار و بیان کا وہ ڈھنگ ہے جو اس خاص صنف کی ادبی روایت میں مصنف کی اپنی انفرادی خصوصیت کے شمول سے وجود میں آتا ہے اور چونکہ مصنف کی انفرادیت کی تشکیل میں اس کا علم، کردار، تجربہ، مشاہدہ، افتادِ طبع، فلسفۂ حیات اور طرزِ فکر واحساس جیسے عوامل مل جل کر حصّہ لیتے ہیں اس لیے اسلوب کو مصنف کی شخصیت کا پرتو اور اس کی ذات کی کلید سمجھا جاتا ہے۔" [12]

کوئی بھی تحریر مصنف کی ذہنی ساخت، ماحول اور فکری پرورش کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ ممتاز روحانی دانشور الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی کے ذخیرۂ سیرت کا غائر مطالعہ ان کے باطنی مشرب اور صوفیانہ مزاج کی گواہی دیتا ہے۔ انہوں نے اپنے مربیِ اعظم سید محمد عظیم جی (قلندر بابا اولیاء) کے آستانۂ فیض پر زانوئے تلمذ طے کیا، جہاں سے انہوں نے جراتِ رندانہ، نفاستِ طبع، پاسداریِ وقت اور عشقِ رسول ﷺ کا لازوال ورثہ پایا۔ ان کے تحریری آہنگ میں جو تسلیم ورضا کی کیفیت ملتی ہے، وہ اسی قلندری صحبت کا پرتو ہے۔ سیرت پر ان کی اہم کتب یہ ہیں

"محمد رسول اللہ (جلد اول)": وقائع نگاری اور تاریخی تسلسل

سنہ ۱۹۹۶ء میں عظیمی صاحب کی کڑی محنت کا پہلا شاہکار "محمد رسول اللہ (جلد اول)" کے نام سے جلوہ گر ہوا، جسے مصنف نے تیس جاندار اور فکر انگیز ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ان عنوانات کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ بچپن کے ۱۲ سال، ۲۔ صادق اور امین، ۳۔ اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا، ۴۔ دعوتِ حق، ۵۔ ایک ہاتھ میں سورج۔ ایک ہاتھ میں چاند، ٦۔ اذیت کمیٹی، ۷۔ کفار اور رفقائے محمدؐ، ۸۔ پاک باطن لوگ، ۹۔ نجاشی بادشاہ کا دربار، ۱۰۔ ابو طالب کی گھاٹی، ۱۱۔ دل نے جو دیکھا جھوٹ نہیں دیکھا، ۱۲۔ حق بات کہنے پر پتھر مارے گئے، ۱۳۔ عقبہ میں عہد و پیماں، ۱۴۔ دار الندوۃ، ۱۵۔ مدینۃ النبی ﷺ، ۱٦۔ تین سو تیرہ بمقابلہ ایک ہزار، ۱۷۔ جو کی چوری، ۱۸۔ احد کے میدان میں، ۱۹۔ مسلم قیدیوں کی نیلامی، ۲۰۔ منافق، ۲۱۔ خندق والی جنگ، ۲۲۔ حدیبیہ، ۲۳۔ بیعت الرضوان، ۲۴۔ صحرا میں اسلامی فوج، ۲۵۔ خیبر کی فتح، ۲٦۔ مکہ میں تین روز، ۲۷۔ حق آیا اور باطل مٹ گیا، ۲۸۔ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ، ۲۹۔ عفو و درگزر، ۳۰۔ سلام اے آمنہ کے لال۔[13]

اس پہلی جلد کی بیانیہ نثر، علمی روانی اور پختگی کا اندازہ ان سحر انگیز اقتباسات سے لگایا جا سکتا ہے:

- **قریش کی مصالحت اور قرآنی جواب:**

خواجہ شمس الدین عظیمی نے روانی، سلاست اور زبان کی سادگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے تاریخی واقعے کی معنوی جلا اور ڈرامائی سچائی کو انتہائی مؤثر انداز میں منتقل کیا ہے۔ جملوں کی متوازن ساخت، لفظی تراش خراش اور مکالماتی انداز نے اس تحریر میں نہ صرف ایک دلکش ادبی شائستگی پیدا کر دی ہے بلکہ شانِ نزول کے تاریخی پس منظر کو قاری کے ذہن پر نقش کر دیا ہے۔ روایت کی صحت کے ساتھ ساتھ بیان کی یہ متانت اور تمکین اس تحریر کے نمایاں ادبی محاسن میں شمار ہوتی ہے۔ اس اقتباس کا اسلوب نگارش روایتی سیرت نگاری کے سنجیدہ، باوقار اور کلاسیکی سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

> "ایک روز جب کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، قریش کے سر کردہ افراد ان کے پاس آئے اور تجویز پیش کی کہ اے محمد ﷺ! آئو، جسے تم پوجتے ہو، اسے ہم بھی پوجیں، اور جسے ہم پوجتے ہیں اُسے تم بھی پوجو، اس طرح ہم اور تم اس کام میں مشترک ہو جائیں۔ یہ روایت بھی ملتی ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے یہ تجویز رکھی گئی کہ ایک سال آپ ﷺ قریش کے معبودوں کی پوجا کریں گے اور ایک سال قریش آپ ﷺ کے رب کی عبادت کیا کریں گے۔ قریش کے اس قسم کی تجاویز کے جواب میں سورۃ الکافرون نازل ہوئی۔"
> [14]

- **عسکری معرکے اور فاتحانہ اخلاقیات:**

الشیخ عظیمی کی تحریر میں سلاست کا عنصر نمایاں ہے، جس سے تاریخی حقائق قاری تک بغیر کسی الجھن کے براہِ راست پہنچتے ہیں۔ حفظ مراتب کے مطابق تحاریر میں ادب اور متانت کا مکمل خیال رکھتے ہیں مختصر جملوں سے کام لیتے ہیں۔ پیش نظر اقتباس فتح خیبر کے درخشندہ تاریخی واقعہ کی نقش کشی کے لیے ایک سادہ، سلیس اور مؤثر بیانیہ اسلوب اختیار کرتا ہے، جس میں سلاست اور ابلاغِ مدعا کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ تحریر کا انداز اگرچہ بیانیہ اور معلومات آفریں ہے، تاہم اس میں کلاسیکی طرزِ نگارش کی جھلکیاں جیسے کہ متانت، وقار اور ترسیلِ مفہوم میں پختگی صاف نمایاں ہیں۔ آپ نے بغیر کسی زائد اور غیر ضروری صنائع یا پیچیدہ استعاروں کے تاریخی سچائی کو جس متوازن اور مؤجز انداز میں پیش کیا ہے، وہ قاری پر گہرا تاثر چھوڑتا ہے۔ الفاظ کا چناؤ سادہ ہوتے ہوئے بھی واقعے کے تاریخی شکوہ کا مکمل پاس رکھتا ہے، جو کہ اس کلاسیکی بیانیے کا ایک نمایاں فکری و اسلوبیاتی حسن ہے۔ نمونہ پیش ہے:-

> "سیدنا حضور ﷺ نے فوج کی قیادت سنبھالنے کے لئے حضرت علیؓ کو بلوایا۔ وہ آشوب چشم (آنکھوں کے درد) میں مبتلا تھے اور ان کی آنکھیں سوجی ہوئی ہیں۔ انھوں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی اور نطات نامی قلعے پر چڑھائی کر دی۔ قلعہ نطات پر غلبہ پانے کے بعد حضرت علیؓ نے ناعم نامی قلعے کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جنگِ خیبر کے دوران حضرت علی نے ۱۰ دنوں میں چار قلعوں کو تسخیر کیا جبکہ بقیہ قلعوں کے رہنے والوں نے خود ہی ہتھیار ڈال دیے۔ خیبر کی فتح میں مسلمانوں کو وافر مقدار میں غنیمت حاصل ہوئی۔ اس میں ہتھیار اور خوردنی اشیا وافر مقدار میں تھی۔ فتح خیبر کے بعد پیغمبرِ اسلام ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ مہربانی اور عفو درگزر فرمایا۔ انہیں اجازت دے دی گئی کہ چاہیں تو خیبر چھوڑ کر چلے جائیں اور اپنے ساتھ گھریلو سامان لے جا سکتے ہیں۔ کھجوریں، بھیڑیں اور دوسرا غلّہ لے جانے کی اجازت نہیں۔" [15]

- **فتحِ مکہ اور کعبہ کی تکریم:**

خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی سیرت نگاری کا یہ اقتباس کلاسیکی سیرت نویسی کی روایات کا خوبصورت تسلسل اور ادبی متانت کا بہترین نمونہ ہے۔ ان کا اسلوب نہائت سلیس، سنجیدہ اور مؤثر ہے، جس میں واقعاتی ترتیب اور تاریخی بصیرت کا پروقار امتزاج دکھائی دیتا ہے۔ خواجہ صاحب نے فتحِ مکہ کے عظیم الشان معرکے کو بغیر کسی غیر ضروری طوالت یا پیچیدہ لفظی ثقالت کے ایک دلنشین اور واضح بیانیے میں ڈھالا ہے۔ چاروں دستوں کی پیش قدمی (شمال، جنوب، مشرق، مغرب) اور سپہ سالاروں کے ناموں کی ترتیب سے واقعے کی پوری تصویر قاری کے ذہن میں ابھرتی ہے۔ تحریر کا حسن یہ ہے کہ اس میں جذباتیت کے بجائے حقیقت نگاری اور متانت غالب ہے، جبکہ نبوی حکمتِ عملی اور رحمت للعالمینی کے پہلو کو بلاغت اور اعجاز کے ساتھ اجاگر

کیا گیا ہے۔ اس نثر پارے کو دیکھیں کہ جملے مختصر اور رواں ہیں، جو تاریخی حقائق کو بوجھل بنائے بغیر قاری تک اثر انگیز طریقے سے منتقل کرتے ہیں۔

> "مکہ میں داخل ہونے والے پہلے دستے کی قیادت حضرت علی نے کی۔ ان کے ہاتھوں میں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا مخصوص پرچم لہرا رہا تھا۔ دوسرا دستہ زبیر بن عوامؓ کی قیادت میں مغرب کی جانب سے مکہ میں داخل ہوا۔ سعد بن عبادہ انصاریؓ مشرق کی طرف سے مکہ میں داخل ہونے والے تیسرے دستے کی سربراہی کر رہے تھے۔ چوتھے دستے کی قیادت خالد بن ولیدؓ نے کی جو جنوب سے مکہ میں داخل ہوئے۔ سعد بن عبادہؓ جب مکہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے بے اختیار ہو کر یہ بانگ لگا دی 'آج کا دن حملے کا دن ہے اور حرمت ختم ہو گئی' جب یہ خبر حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تک پہنچی تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ سعد بن عبادہؓ نے غلط کہا آج کا دن کعبے کی عظمت کا دن ہے، آج کعبے کو لباس پہنانے کا دن ہے اور سعد بن عبادہؓ دستے کی سربراہی سے ہٹا کر ان کے بیٹے قیس بن سعدؓ کو سپہ سالاری کے فرائض سونپ دیے۔ سپاہِ اسلم کے سارے دستے کسی مزاحمت کے بغیر مکہ میں داخل ہو گئے۔" [16]

"محمد رسول اللہ (جلد دوم)": معجزات کی علمی و سائنسی تعبیر

سیرت نگاری کے اسی تسلسل کی دوسری وقیع کڑی "محمد رسول اللہ (جلد دوم)" ہے جو سنہ ۱۹۹۷ء میں طبع ہو کر منظرِ عام پر آئی۔ اس تصنیف کا بنیادی وصف یہ ہے کہ اس میں ولادتِ باسعادت سے لے کر رحلت تک کے تمام معجزات و خوارقِ عادات کو محض عقیدت کے مروجہ پیرائے میں پیش نہیں کیا گیا، بل کہ عقل و وجدان کو اپیل کرنے والی سائنسی اور مابعد الطبیعیاتی توجیہات کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ اس تالیف کے پیچھے کار فرما باطنی تحریک اور خوابِ بیداری کا احوال بتاتے ہوئے عظیمی صاحب لکھتے ہیں:

> "ایک سفید رات آپ کو حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے دربار میں حاضری کا موقع ملا۔ دربارِ رسالت میں ایک فوجی کی طرح، جان نثار غلاموں کی طرح مستعد، پر جوش اور باحمیت نوجوان کی طرح آنکھیں بند کئے دربار میں حاضر تھے۔ آہستہ روی کے ساتھ، عشق و سرمستی کے خمار میں ڈوب کر دو قدم آگے آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ! بات بہت بڑی ہے، منہ بہت چھوٹا ہے ۔۔۔ میں اللہ رب

العالمین کا بندہ ہوں اور ۔۔۔ آپ رحمت للعالمین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا امتی ہوں ۔۔۔ یہ جرات بے باکانہ نہیں، ہمت فرزانہ ہے ۔۔۔ میرے ماں باپ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر قربان ہوں ۔۔۔ یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ! یہ عاجز، مسکین، ناتواں بندہ ۔۔۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیرت مبارک لکھنا چاہتا ہے ۔۔۔ یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ! سیرت کے کئی پہلو ابھی منظرِ عام پر نہیں آئے ۔۔۔ مجھے صلاحیت عطا فرمائیے کہ ۔۔۔ میں معجزات کی تشریح کر سکوں ۔۔۔ " آپ نے بند آنکھوں سے محسوس کیا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپ کو ملاحظہ فرمایا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چہرہ مبارک پر مسکراہٹ ہے۔ آپ اس سرمستی میں سالوں مدہوش رہے۔ خیالوں میں مگن، گھنٹوں ذہن کی لوح پر تحریریں لکھتے رہے۔ سیرت کے متعلق ہر وہ کتاب جو آپ کو دستیاب ہو سکی اللہ نے پڑھنے کی توفیق عطا کی اور بالآخر ایک دن ایسا آیا کہ کتاب محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، جلد دوم کا آغاز ہو گیا۔" [17]

خواجہ شمس الدین عظیمی کا اسلوبِ نگارش علمی متانت، صوفیانہ بصیرت اور کلاسیکی شکوہ کا ایک دلکش امتزاج ہے۔ پیش نظر فہرست میں عناوین کا انتخاب محض مضامین کی تقسیم نہیں بلکہ سیرتِ طیبہ اور معجزاتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روحانی و اعجاز آفریں پہلوؤں کو ایک خاص فنی اور حسّی ترتیب سے پیش کرنے کا کاوش مندانہ مظاہرہ ہے۔ ہر عنوان میں بلا کی ایجازیت اور استعاراتی جمالیات پوشیدہ ہیں، جیسے "ستارے قریب آئے" یا "دو کمانوں سے کم فاصلہ"، جو قاری کو معجزاتی واقعات کی تحیر خیزی کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ یہ نام محض سوانحی نہیں بلکہ قرآن و حدیث کی علامات اور استعاروں (مثلاً *دو کمانوں سے کم فاصلہ تَبَّتْ یَدَا*) سے ماخوذ ہیں، جو روحانی شکوہ پیدا کرتے ہیں۔ عظیمی صاحب نے سادہ مگر پر تاثر زبان کے ذریعے تاریخی حقائق اور روحانی اسرار کو اس طرح پرویا ہے کہ تحریر میں بلا کا ایجاز، اثر انگیزی اور ایقانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، جو ان کے کلاسیکی و ادبی اسلوب کا نمایاں حسن ہے۔ عنوان لکھتے وقت نہایت جامع اور مختصر الفاظ میں پورے پورے تاریخی و روحانی واقعات (مثلاً *پتھر موم ہونا*، *چاند کے دو ٹکڑے ہونا*) کا خلاصہ سمیٹ دیا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے کہ کس طرح ۲۵ علمی و فکری عناوین کی ترتیب میں سیرت، معجزات، اور فتح و نصرت کے واقعات کا ایک تسلسل ہے جو قاری کی فکری دلچسپی کو برقرار رکھتا ہے۔

۱۔ قرآن اور آسمانی کتابیں، ۲۔ ستارے قریب آئے، ۳۔ بادلوں کا سایہ، ۴۔ تبت یدا، ۵۔ دو کمانوں سے کم فاصلہ، ۶۔ ہجرت کی رات، ۷۔ دو سردار، ۸۔ جب چاند دو ٹکڑے ہوا، ۹۔ پہاڑ نے حکم مانا، ۱۰۔ پتھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے موم ہو گئے۔، ۱۱۔ سنگ ریزوں نے کلمہ پڑھا، ۱۲۔ باطل مٹ گیا، ۱۳۔ درخت کی گواہی، ۱۴۔ حنین جزع کا واقعہ، ۱۵۔ کھجور کی تلوار، ۱۶۔ اونٹ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قدموں میں سر رکھا، ۱۷۔ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نہیں پھینکی مٹھی خاک، ۱۸۔ مستجاب الدعوٰۃ، ۱۹۔ جنگِ خندق، ۲۰۔ حضرت عائشہؓ کی براءت، ۲۱۔ حدیبیہ میں کنواں،

۲۲۔ کعبے کی کنجی، ۲۳۔ دستِ رحمت، ۲۴۔ جن نے کہا...... جلدی چلو، ۲۵۔ بچانے والا اللہ ہے۔[18]

عظیمی صاحب کا اسلوب محض روایتی سیرت نگاری تک محدود نہیں، بلکہ اس میں روحانی وارفتگی کے ساتھ ساتھ فکر و استدلال کا متوازن رنگ بھی شامل ہے۔ متن میں رہاوشِ الفاظ، شکوہِ الفاظ اور واقعاتِ میلادِ مصطفوی ﷺ کے تلاطم کو جس علمی، ادبی اور اثر انگیز انداز میں سمیٹا گیا ہے، وہ کلاسیکی نثر کی بہترین روایات کی پاسداری کرتا ہے۔ سب سے بڑا حسن یہ ہے کہ مصنف نے خوارقِ عادات اور معجزاتِ نبوی کے بیان میں نہ صرف تسلیم و احترام کا جذبہ برقرار رکھا ہے، بلکہ سائنسی توجیہہ کی جانب قدم بڑھا کر عصرِ حاضر کے فکری تقاضوں کو بھی اسلوبیاتی شائستگی کے ساتھ پورا کیا ہے۔ دیباچے میں معجزات کی مادی تعبیر کی فکری ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے وہ رقمطراز ہیں:

"سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مقدسہ کا ہر دور سمجھ بوجھ رکھنے والوں کے لئے اللہ کی برہان ہے۔ بعثت کے بعد حق و باطل کے مابین تفریق ظاہر ہو گئی۔ کعبہ کو مسمار کرنے کے ارادے سے آنے والے اپنے لاؤلشکر سمیت کھائے ہوئے بھس میں تبدیل ہو گئے۔ برسوں سے خشک سالی کا شکار عرب، بارانِ رحمت سے سرسبز ہو گیا۔ ایک ہزار سال سے جلائی ہوئی مجوسیوں کی آگ بجھ گئی۔ زلزلہ کی شدت سے کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے۔ ہمدان اور قم کے درمیان چھ میل لمبا چھ میل چوڑا بحیرہ سارہ خشک ہو گیا۔ کوفہ اور شام کے درمیان وادی سماوہ کی خشک ندی میں پانی جاری ہو گیا۔ معجزات اور خوارق عادات کا احاطہ کرنا انسانی دسترس سے باہر ہے۔ تاریخ کے حوالے سے حیاتِ طیبہ میں جن خارقِ عادات کا ظہور ہوا ہے زیرِ نظر صفحات میں بصد احترام و ادب پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں ساتھ ساتھ محض اللہ کے کرم اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے اس عاجز نے معجزات کی سائنسی توجیہہ کے لئے قلم اٹھایا ہے۔" [19]

"محمد رسول اللہ (جلد سوئم)": جامعیتِ انبیاء اور تسخیرِ کائنات کا قانون

اس روحانی تسلسل کا تیسرا بڑا فکری شہکار "محمد رسول اللہ (جلد سوئم)" ہے، جو سنہ ۲۰۰۲ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔ یہ جلد روایتی سیرت نگاری کے دائرے کو وسیع تر کرتے ہوئے قرآنِ حکیم میں مذکور اکتیس جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے احوال، معجزات اور کائناتی قوانین کی تشریح کرتی ہے، اور یہ ثابت کرتی ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ جامع تمام انبیاء کے کمالات کا مآخذ ہے۔ مصنف دیباچے میں اپنے جذباتی اور وجدانی احوال کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہتے ہیں:

"ایک رات خواب دیکھا: میں سراپا تقصیر بندہ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا محتاج اور اللہ کی بے پایاں رحمتوں کا طلبگار...... دربار رسالت ﷺ میں ایک فوجی کی

طرح Attention جانثار غلاموں کی طرح مستعد، پرجوش اور باحمیت نوجوان کی طرح آنکھیں بند کئے دربار میں حاضر ہوں۔ آہستہ روی کے ساتھ عشق و سرمستی کے خمار میں ڈوب کر دو قدم آگے آیا۔ عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! بات بہت بڑی ہے۔ منہ بہت چھوٹا ہے۔ میں اللہ رب العالمین کا بندہ ہوں اور آپ ﷺ رحمت اللعالمین کا امتی ہوں۔ یہ جرأت بے باکانہ نہیں، ہمت فرزانہ ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یارسول اللہ ﷺ! یہ عاجز، مسکین، ناتواں بندہ آپ کی مبارک سیرت لکھنا چاہتا ہے۔ یارسول اللہ ﷺ! سیرت کے وہ پہلو نوع انسانی کے سامنے آجائیں جو ابھی تک مخفی ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ! مجھے صلاحیت عطا فرما دیجئے کہ میں معجزات کی تشریح کر دوں۔ میں نے بند آنکھوں سے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے میری درخواست قبول فرمالی اور چہرہ انور پر مجھ عاجز بندے کو مسکراہٹ نظر آئی۔ میں اس سرمستی میں سالوں مدہوش رہا، خیالوں میں مگن گھنٹوں تحریریں لکھتا رہا۔ ہر وہ کتاب جو سیرت سے متعلق مجھے دستیاب ہوئی اللہ نے پڑھنے کی توفیق عطا کی اور بالآخر ایک دن ایسا آیا کہ قبولیت کی گھڑی آگئی اور مجھ جیسے عاجز مسکین بندے نے محمد رسول اللہ ﷺ جلد اول لکھنی شروع کر دی۔ الحمدللہ! محمد رسول اللہ ﷺ جلد اول اور جلد دوئم کے بعد اب کتاب محمد رسول اللہ ﷺ جلد سوئم جلوہ گر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے برگزیدہ بندوں، پیغمبران کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں مجھ عاجز مسکین کی مدحت کو قبول فرمائے اور یہ کتاب میرے بچوں اور میرے لئے توشہ آخرت بنے۔ آمین یارب العالمین" [20]

کتاب کے مندرجات بتیس مرکزی عنوانات کے تحت منقسم ہیں جس کا فکری و روحانی اسلوب درج ذیل اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے:

- **جامعیتِ محمدی ﷺ اور دیگر انبیاء:**

"حضور ﷺ کی سیرت و رسالت میں تمام پیغمبروں کی شان نظر آتی ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ پوری کائنات کی ہر، ہر مخلوق کے لئے رحمت العالمین ہیں، اسی طرح انبیا کرام کے لئے بھی رحمت ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت نوحؑ کی طرح لوگوں کے لئے خفیہ اور اعلانیہ خلوت اور جلوت میں، گزرگاہوں، پہاڑوں میں واحدانیت کی تبلیغ فرمائی۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیمؑ کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی اور ہجرت کی۔ محمد رسول اللہ

ﷺ ہجرت کی شب حضرت داؤد کی طرح دشمنوں کے نرغہ میں سے باحفاظت نکل گئے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت ایوبؑ کی طرح صبر وشکر کے ساتھ گھاٹی میں تین سال گزارے۔ محمد ﷺ حضرت یونس کی طرح تین دن غار ثور میں رہے۔" [21]

- **شبِ اسراء اور امامتِ انبیاء:**

"معراج میں حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خلوتِ خاص میں ملاقات کا شرف بخشا۔ تجلیاتِ الٰہی کا مطالعہ کرنے میں رسول اللہ ﷺ کی پلک جھپکی اور نہ نگاہ حد سے بڑھی۔ انبیا اکرام نے محمد رسول اللہ ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی۔"[22]

- **قابِ قوسین اور قربِ الٰہی کا بیان:**

"اللہ نے ہر شے کو احاطہ کیا ہوا ہے۔ سیدنا حضور ﷺ نے روحانی، جسمانی اور عملی تصدیق میں خود کو ساری زندگی اللہ کے ارادے کے تابع (Dependant) رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی مہر خاص سے حضور اکرم ﷺ تجلی کے امین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اقربت عطا فرمانے کے لئے پوری فضا کو پر نور کر دیا، سات آسمان تجلیات سے جگمگا اُٹھے۔ حضرت جبرائیلؑ کی معیت اور اللہ کے برگزیدہ بندوں انبیا کرام نے مبارک باد دے کر تجلیات کے انوار و برکات کا ذخیرہ منتقل کیا۔ 'نور علیٰ نور' اللہ کے دوست حضرت محمد ﷺ اللہ کے قریب ہو گئے۔ یہاں تک کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا، یا اس سے بھی کم، اللہ نے اپنے محبوب کو اپنے پاس بلا کر جو دل چاہا باتیں کیں۔ دل نے جو دیکھا جھوٹ نہیں دیکھا۔ اللہ کے محبوب ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں نے اس سفر میں چار نہروں کا معائنہ کیا ان میں سے دو ظاہر نظر آتی ہیں اور دو باطن میں بہتی ہیں" [23]

علمی اور اسلوبیاتی پسِ منظر میں خواجہ شمس الدین عظیمی کا منفرد وصف یہ ہے کہ انہوں نے سلیس بیانی کو ایک اعلیٰ درجے کے فن کا روپ دے دیا ہے۔ ان کے اسلوب کی فکری پختگی، غیر ضروری لفاظی سے گریز، توانا اور کاٹ دار منطق قاری کے دل و دماغ کو فوراً اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ مختصر اور اچھوتے جملوں کے استعمال سے انہوں نے ابلاغِ عامہ کا حق ادا کیا ہے۔ انہوں نے مروجہ سوانحی سادگی، تاریخی حقائق اور کمالاتی پہلوؤں کو برقرار رکھتے ہوئے حیاتِ طیبہ کے مخفی پہلو یعنی رسول اللہ ﷺ کے "روحانی کردار" اور اس کے ذریعے نوعِ انسانی کی باطنی تربیت کو اپنی تمام کتب کا محور بنایا ہے۔

بلاشبہ، عظیمی صاحب کی یہ تینوں کتب روایتی حدود سے نکل کر متصوفانہ بصیرت اور جدید سائنسی استدلال کا ایک ایسا مربوط شہکار ہیں جن کی نظیر کتبِ سیرت کے مروجہ سرمائے میں مفقود ہے، اور یہی گہرا، سلیس اور دلنشیں رنگ ان کی انفرادی پہچان کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ خواجہ شمس الدین عظیمی عصرِ حاضر کے ان مایہ ناز اور منفرد اسلوب کے حامل سیرت نگار ہیں

جنھوں نے روایتی مروجہ پیرایوں سے ہٹ کر، سیرتِ طیبہ کے مابعد الطبیعیاتی، سائنسی اور فکری پہلوؤں کو پہلی بار ایک جداگانہ اور سحر انگیز انداز میں پیش کیا۔ آپ کی تحریروں میں عقل و عشق، روایت و درایت اور تصوف و سائنس کا ایک ایسا دلنشیں اور متوازن امتزاج نظر آتا ہے جو قاری کو محض عقیدت کی وادیوں میں گم نہیں کرتا بل کہ اسے فکری ارتقا اور باطنی عرفان کے اعلیٰ مقامات سے بھی روشناس کراتا ہے۔ ان کی مایہ ناز تصانیف جیسے "بارانِ رحمت ﷺ"، "اللہ کے محبوب ﷺ"، "محمد رسول اللہ" (جلد اول و دوم)، "جنت کی سیر"، "صدائے جرس" اور "خطباتِ ملتان" اردو ادبِ سیرت میں گراں مایہ سرمائے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

عظیمی صاحب کے اسی ہمہ گیر، آفاقی اور منفرد منہجِ سیرت نگاری کو درج ذیل فکری اور اسلوبیاتی عنوانات کے تحت تفصیل سے سمجھا جا سکتا ہے:

فکری اسلوب اور معتدل قرآنی منہج

خواجہ شمس الدین عظیمی کی سیرت نگاری کا سب سے درخشاں وصف یہ ہے کہ وہ اپنی ہر توجیہ اور تشریح کے دوران متصلاً قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ سے ٹھوس اور ناقابلِ تردید استدلال قائم کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے منصبِ نبوت اور مقام و مرتبہ کے بیان کو کائنات کی تسخیر اور آفاقی قوانین سے مربوط کرتے ہیں۔ آپ کا یہ معتدل اور محققانہ منہج محض تاریخی واقعات کے روایتی بیان تک محدود نہیں رہتا، بل کہ وہ بندۂ مؤمن کی داخلی تربیت، روحانی ارتقا اور تعلقِ رسالت کے باطنی پہلوؤں کو نمایاں کرتا ہے۔

بقول پروفیسر ڈاکٹر اکرم رانا (چیئرمین شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان):

> "یہ ایک ضخیم اور عمدہ سیرت کی کتاب ہے۔ اس میں حضور ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جدید اور آسان طرزِ تحریر ہے۔ حضور ﷺ سے محبت کی آئینہ دار ہے۔ معاشرہ بڑھتی ہوئی بے چینی، بے حسی، تشدد اور انتہا پسندی کے خلاف عظیمی صاحب کی تصنیف اہم کردار ادا کرتی ہے کیونکہ آپ نے اس بات پر زور دیا کہ رواداری ہی ایک ایسی تعلیم ہے جو انسانوں کو بلا تفریق رنگ و نسل، مذہب و ملت، ذات و قوم، ایک دوسرے کے قریب لاتی ہے۔ یہ کتاب بے انصافی، حق تلفی، خود غرضی، دولت پرستی کے خلاف سینہ سپر ہے۔ عظیمی صاحب کا قلم تکوینی امور کی طرف بھی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ کتاب، بادل، بارش، پانی، سنگریزوں، آوازوں، پہاڑوں، نباتات، کھجور، لکڑی، ستاروں، پنگوڑوں اور چاند پر بھی گفتگو کرتی ہے۔ یہ کتاب حضور کے فرائض نبوت پر مدلل بحث کرتی ہے اور ساتھ ساتھ ان امور کی نشاندہی کرتی ہے جن میں اتباعِ سنت کا پہلو نمایاں ہے۔"[24]

علمِ تکوین، علم الاسماء اور انسانی خلافت کی مابعد الطبیعیاتی حقیقت

عظیمی صاحب نے علمِ تکوین (تخلیق و تسخیرِ کائنات) کے گہرے مابعد الطبیعیاتی اسرار کو نہایت آسان اور عام فہم علمی اصطلاحات میں پیش کر کے ایک بالکل نو آفریدہ اسلوب کی بنیاد رکھی ہے۔ ان کے فکری نظام کے مطابق، کائنات کے ظاہری مادی عناصر کو جب سمیٹ کر نقطہ کی انتہا تک پہنچایا جائے، تو توانائی صفر ہو جاتی ہے اور لاشعور کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ جب کوئی انسان اس قانون کا مشاہدہ کر لیتا ہے، تو وہ اللہ کی توفیق سے مادی اشیاء کے خواص اور اوزان میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے، جسے قرآنِ حکیم نے "تسخیرِ کائنات" کا نام دیا ہے۔

اس مابعد الطبیعیاتی قانون کی اساس سورۃ ابراہیم (آیت ۳۳ تا ۳۴) پر قائم کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

> "اگر شے کے مادی عناصر (مثلث) کے پھیلاؤ اور چپک کو سمیٹ کر نقطہ کی انتہا تک کر دیا جائے تو توانائی صفر ہو جاتی ہے اور شعور پر لاشعور پوری طرح غالب ہو جاتا ہے۔ لاشعور میں ابعاد (Dimension) تو ہوتے ہیں لیکن شے کے نقش و نگار، لہروں کا مرقع ہوتے ہیں۔ کوئی انسان اپنی صلاحیتوں کا استعمال کر کے جب اس قانون کا مشاہدہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ شے میں تصرف کر کے کسی ذرے کو پہاڑ بنا دیتا ہے یا کسی پہاڑ کا وزن کم کر کے روئی کے تکیہ کے برابر کر دیتا ہے۔ اس علم کو "علم تکوین" کہا جاتا ہے اور قرآن حکیم نے اس علم کو تسخیر کائنات کا نام دیا ہے۔" [25]

اسی تسلسل میں وہ کائنات کی تشکیل اور انسانی خلافت کے چار بنیادی روحانی زمروں (وسائل کے بغیر تخلیق، حرکت کا آغاز، ترتیبِ خود شناسی، اور قضاء و قدر) کی صراحت کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک تمام کائناتی علوم کا ریکارڈ تین بنیادی اوراق یعنی روحِ اعظم، روحِ انسانی اور روحِ حیوانی میں جمع ہے، جن کا مطالعہ "مراقبت" کے ذریعے ممکن ہوتا ہے۔ انسانی شرف کی اصل بنیاد "علم الاسماء" (سورۃ البقرہ، آیت ۳۱) ہے، جو کہ پوری نوعِ انسانی کا مشترکہ ورثہ ہے:

> "تمام علوم کی بنیاد علم الاسما پر قائم ہے۔۔۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو علم الاسماعطا فرمادیا اور اپنی تخلیقی صفات سے حضرت آدمؑ کو آگاہ فرمادیا تو حضرت آدمؑ کا یہ علم پوری نوع انسانی کا ورثہ بن گیا۔" [26]

معجزاتِ نبوی ﷺ کی مادی وماورائے مادی علمی توجیہ

عظیمی صاحب کا علمی و تحقیقی مشاہدہ جدید دور کے مروجہ سائنسی انکشافات کے تقابل میں اسلامی علوم کی چودہ سو سالہ قدامت اور سچائی کو بلاخوفِ تردید پیش کرتا ہے۔ وہ عقل اور مادی سائنس کو مابعد الطبیعیاتی حقائق کے تابع لاتے ہوئے معجزات کی ایسی عقلی و سائنسی توجیہات پیش کرتے ہیں جو قاری کے فکری جمود کو توڑ دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر، رحمِ مادر میں جنین (Embryo) کی تخلیق کے مراحل سے متعلق امام مسلم کی روایت کردہ حدیثِ حذیفہ بن اسدؓ (جس میں ۴۲ویں دن فرشتے کے ذریعے شکل، سماعت، اور بصارت کی تشکیل کا ذکر ہے) کا تقابل جدید میڈیکل سائنس کی مائیکرو بائیولوجی کی جدید ترین تحقیقات سے کرتے ہوئے ثابت کرتے ہیں کہ جو حقائق جدید سائنس نے اب دریافت کیے ہیں، اسلامی سائنس انہیں صدیوں

قبل بعینہٖ اسی وقت کے تعین کے ساتھ بیان کر چکی تھی۔[27] اسی منہج پر، وہ سنگریزوں کے کلمہ پڑھنے کے معجزے پر گفتگو کرتے ہوئے کائناتی شعور اور حضور ﷺ کی صفتِ "رحمۃ اللعالمین" (سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۷) کے باہمی ربط کو مادی و ماورائے مادی قوانین کے تحت واضح کرتے ہیں:

> "کائناتی قانون کے مطابق ہر چیز بولتی ہے۔ سنتی ہے اور محسوس کرتی ہے۔ کنکریوں نے جب کلمہ پڑھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کنکریاں اس بات کا شعور رکھتی ہیں کہ حضور ﷺ نبی برحق ہیں اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ حضور ﷺ عالمین میں موجود ہر شے کے لئے رحمت ہیں۔ رحمۃ اللعالمین ہونے کی حیثیت سے کائنات کا ہر ذرّہ اس بات سے واقف ہے کہ ہماری بقا کا انحصار سیدنا حضور ﷺ کی رحمت کے اوپر ہے۔" [28]

بقول پروفیسر ڈاکٹر اکرم رانا:

> "باران رحمت" علوم کا خزینہ ہے۔ گنج گراں مایہ ہے۔ اکثر کتابوں کو پڑھتے ہوئے انسان بوریت محسوس کرتا ہے۔ دو چار صفحات پڑھ کر اس کی تشنگی بجھ جاتی ہے۔ جبکہ عظیمی صاحب کی سیرت کی یہ کتاب پڑھتے ہوئے انسان تشنگی محسوس کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اسے مزید پڑھے کیونکہ ہر لائن دوسری لائن اور ہر صفحہ دوسرے صفحہ سے مربوط ہے۔[29]

غارِ حرا کا اعتکاف اور الٰہی انوار کا تدبر

اردو سیرت نگاری کی تاریخ کا مطالعہ گواہ ہے کہ عظیمی صاحب سے قبل کسی بھی قلمکار نے غارِ حرا کے جلال و جمال اور مقاصدِ اعتکاف کے حوالے سے اس نوعیت کی انوکھی اور عمیق علمی تشریحات پیش نہیں کیں۔ ان کی تصنیف "اللہ کے محبوب ﷺ" میں شامل خطبات میں انہوں نے حضور ﷺ کی بعثت سے قبل غارِ حرا کی گوشہ نشینی کی انفرادی اور اچھوتی توجیہات پیش کی ہیں، جو اس مروجہ واقعاتی بیان کو انسانی شعور اور عرفانِ الٰہی کی بلندی کا ذریعہ ثابت کرتی ہیں:

> "سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نبوت سے پہلے غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے۔۔۔ آپ ﷺ وہاں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور فکر فرماتے تھے۔
>
> ☆کائنات کیسے تخلیق ہوئی؟
>
> ☆ آسمان، سورج، چاند اور زمین کیا ہے؟
>
> ☆ انسان کی حقیقت کیا ہے؟
>
> ☆کائنات اور انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟
>
> ☆ آدمی پیدا کیوں ہوتا ہے اور کیوں مر جاتا ہے؟

ان امور پر غور و فکر اور ان کے اندر کار فرما اللہ تعالیٰ کے انوار کا عرفان حاصل کرنا غارِ حرا کی سنت ہے۔ کیونکہ اس وقت تک نماز فرض نہیں ہوئی تھی۔" [30]

ان کے نزدیک ان مخفی روحانی پہلوؤں پر مسلسل تدبر کرنے سے انسانی فکر زمان و مکاں کے حدود و قیود سے آزاد ہو کر الٰہی صفات کا سراغ پا لیتی ہے، جہاں عبد کا معبود اور عاشق کا محبوب ﷺ سے سچا ناطہ جڑ جاتا ہے۔

بچوں کی اخلاقی تربیت اور خواتین کی باطنی صلاحیتوں کا اثبات

خواجہ شمس الدین عظیمی کے نزدیک سیرتِ رسول ﷺ محض ایک تاریخی دستاویز نہیں بل کہ انسانی معاشرے کی فکری، اخلاقی اور عملی کردار سازی کا متحرک سرچشمہ ہے۔ اسی تعلیمی و تربیتی مقصد کے پیشِ نظر انہوں نے جماعت اول تا ہشتم کے طلبہ کے لیے اسلامیات کی نصابی کتب بھی ترتیب دیں، جن میں انہوں نے کم عمر بچوں کی ذہنی سطح کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے سیرتِ رسول ﷺ پر نہایت عمدہ مضامین قلمبند کیے اور ان میں آپ ﷺ کے اخلاقِ حمیدہ کی ایسی درخشاں صفات شامل کیں جن کی تدریس نوخیز ذہنوں کی اخلاقی نشو و نما کے لیے ناگزیر ہے۔

اس تعلیمی و اصلاحی پہلو کا ایک اور منفرد رخ ان کی کتاب "جنت کی سیر" میں نظر آتا ہے، جس میں انہوں نے باطنی مشاہدات کے دوران خود پر گزرنے والی انوکھی روحانی کیفیات و واردات کو نہایت سادہ اور سلیس الفاظ میں قید کیا ہے۔ اس تصنیف کا ایک امتیازی پہلو یہ ہے کہ عظیمی صاحب نے اس میں عورت کے اندر ان تمام باطنی صلاحیتوں اور صفات کی موجودگی کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے جو قدرت نے مرد کو ودیعت کی ہیں؛ ان کے نزدیک جب ایک عورت رابعہ بصریؒ بن سکتی ہے تو دنیا کی تمام خواتین اپنے اندر الٰہی روحانی صلاحیتوں کو بیدار کر کے ولی اللہ کے درجے پر فائز ہو سکتی ہیں۔

صوفیانہ افکار، اشاعتی مشن اور اتباعِ رسول ﷺ

عظیمی صاحب کی ایک اور معروف کتاب "صدائے جرس" دراصل ان مضامین کا مجموعہ ہے جو انہوں نے ماہ نامہ "روحانی ڈائجسٹ" کے چیف ایڈیٹر کی حیثیت سے تحریر کیے۔ ان تحریروں کا نفسِ مضمون مادی آسائشوں کے اسیر اور بے سکون انسان کو حقیقی سکونِ قلب سے آشنا کرنے کے ساتھ ساتھ تصوف، مابعد الطبیعیات اور توحید و رسالت کے عمیق فارمولوں کی ایسی سادہ تشریح کرتا ہے جو روح کی بالیدگی میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

ان گراں قدر تحریروں میں وہ واضح کرتے ہیں کہ روحانی مشن کی پیش رفت اور اشاعتِ دین کے لیے حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور آپ ﷺ کی برداشت کردہ تکالیف کا مطالعہ حرزِ جاں بنانا لازم ہے:

> "روحانیت سیکھنے اور روحانی مشن کو فروغ دینے کے لئے ضروری ہے کہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں۔ ہمیں ہر ہر قدم پر اللہ اور اس کے رسولِ محمد ﷺ کا تعاون ملے گا، بلاشبہ ہم دنیا میں کامران اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سرخرو ہوں گے، جرأت مندانہ اقدام کرنے، دل شکن حالات سے گزرنے، لوگوں کی الزام تراشیوں کو نظر انداز کرنے کا ہمارے اندر حوصلہ پیدا ہو گا۔ حضور قلندر بابا اولیاؒ نے وصال سے پہلے مجھے مخاطب کر کے فرمایا

> تھا: 'خواجہ صاحب مشن کو پھیلانے والے لوگ دیوانے ہوتے ہیں۔'۔۔۔ مشن کی پیش رفت کے سلسلے میں جب تک انسان ہر قسم کے دنیاوی مفاد حرص وہوس، حسد، طمع، کبر ونخوت، برائی، احساس برتری اور احساس کمتری سے نجات حاصل نہیں کرلیتا، اس کے اندر مشن کے لیے دیوانگی نہیں پیدا ہوتی۔" [31]

اسی فکری سلسلے کا ایک اور اہم حصہ "خطباتِ ملتان" ہے، جس میں انہوں نے یونیورسٹی کے ممتاز اساتذہ اور طلبہ کے سامنے معجزاتِ نبوی ﷺ کے پسِ پردہ کارفرما کائناتی قوانین (جیسے درختوں کا جھکنا اور جنات کا دائرہ اسلام میں داخل ہونا) پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے باطنی مشاہدے اور باطن کی گواہی کو یوں پیش کیا ہے:

> "خواب میں رسول ﷺ کی زیارت کا مشرف حاصل ہوا۔ میں نے نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ رسول ﷺ کی خدمت کی کہ: 'یارسول ﷺ! آپ کی سیرت کے بارے میں چودہ سو سال میں بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن اتنا کچھ لکھے جانے کے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ ﷺ کی زندگی اور آپ ﷺ کے مشن کے بارے میں اور آپ ﷺ کے اپر اللہ تعالیٰ کی جو عنایات ہیں اس کا حق پورا ہوگیا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ معجزات کی تشریح کروں۔' شق القمر کیسے ہوا؟ کنکریوں نے کلمہ کس قانون کے تحت پڑھا؟ درخت آپ کے احترام میں جھک گئے، کس قانون کے تحت درخت جھک گئے۔۔۔" [32]

امتِ مسلمہ کا انحطاط اور مطالعہ سیرت کے آفاقی نکات

خواجہ شمس الدین عظیمی کے فکری نظام کے مطابق، موجودہ دور میں امتِ مسلمہ کے زوال وانحطاط کا اصل سبب قرآنِ مجید کی توحیدی تعلیمات سے روگردانی اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے انقلابی مقاصد اور طریقۂ نبوت سے انحراف ہے۔ عظیمی صاحب کے ہاں مطالعۂ سیرت کی سب سے پہلی ترجیح مسلمانوں کی فکری اصلاح اور عملی کردار سازی ہے۔ ان کے نزدیک سیرتِ رسول ﷺ کا عمیق مطالعہ فکری جمود اور اوہام وشکوک کا بہترین تریاق ہے، جس کے بنیادی محرکات درج ذیل تین آفاقی نکات پر استوار ہیں:

- جس عظیم انسان کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ ہم کر رہے ہیں وہ ساری انسانیت کے لیے ہادی ہیں؛ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں خود آفاقی نقوش جھلکتے ہیں۔
- آپ کی پہلی دعوت توحید کی دعوت تھی، آپ نے انسانوں کو اس اللہ کی عبادت اور بندگی کی طرف بلایا جو سارے انسانوں کا رب ہے، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بندگی کا حکم دیا ہوتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عربوں کے پیغمبر ہیں۔
- آپ ﷺ نے رنگ ونسل اور زبان ووطن کے سارے امتیازات کو مٹا کر سارے انسانوں کو ایک ماں باپ کی اولاد قرار دیا اور ہر طرح کے چھوت چھات، اونچ نیچ اور بھید بھاؤ کو مٹایا۔

اسی بنیاد پر خواجہ شمس الدین عظیمی خطبہ حج کو بار بار پڑھنے کی خاص تلقین کرتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے ایسا آئیڈیل نظام حیات پیش کیا جو زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کرتا ہے اور اس میں حذف و اضافہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ سیرتِ پاک کی اسی ہمہ گیر اور آفاقی حیثیت کی ترجمانی کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد اپنی معرکہ آرا تصنیف "رسولِ رحمت" میں لکھتے ہیں:

> "اسلام کا دائمی معجزہ اور ہیشگی کی حجۃ اللہ البالغہ قرآن کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو وہ صاحب قرآن کی سیرت ہے اور جب تک یہ دنیا باقی ہے صاحب قرآن کی سیرت و حیات مقدس کے مطالعے سے بڑھ کر نوع انسانی کے تمام امراض و علل ارواح کا کوئی اور علاج نہیں ہے۔" [۳۹[33]]

عظیمی صاحب کے نزدیک جب ہم اس آفاقی اسوہ کو کماحقہ اختیار کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں، تو معاشرے میں فکری انتشار پیدا ہوتا ہے، جہاں مختلف طبقے دین کو ٹکڑوں میں بانٹ لیتے ہیں، حالانکہ سیرتِ طیبہ تمام ظاہری، باطنی، اخلاقی اور عملی پہلوؤں کے مابین ایک حسین اور متوازن امتزاج اختیار کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔

۸۔ لسانی اسالیب کا توازن: اطلاعی، ہدایتی اور اظہاری زبان

لسانی اور علمی سطح پر عظیمی صاحب کا اسلوبِ نگارش بے حد پختہ اور مروجہ نثری مروجات سے بالا ہے۔ وہ اپنی تحریروں میں زبان کے تینوں بنیادی اسالیب یعنی اطلاعی (Informative)، ہدایتی (Directive) اور اظہاری (Expressive) کا انتہائی متوازن اور برجستہ استعمال کرتے ہیں۔

- **اطلاعی اسلوب (Informative Style):** یہ بیانیہ اور نہایت مربوط ہوتا ہے، جس کا بہترین مظہر ان کی کتاب "محمد رسول اللہ (جلد اول)" ہے جو سادہ، عام فہم اور اردو کے بنیادی مزاج کے عین مطابق ہے:

> "محمد الرسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دنیا میں جب آنکھ کھولی تو ان کے والد حضرت عبد اللہ اس جہاں سے رخصت ہو چکے تھے۔۔۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔۔۔ آپ کی والدہ حضرت آمنہ نے اپنے بیٹے کی پیدائش کی خبر اپنے سسر عبدالمطلب کو بھیجی جو طواف کعبہ میں مصروف تھے۔۔۔ عبدالمطلب نے آپ کا نام۔"محمدؐ" رکھا۔ جب آپؐ دنیا میں آئے تو سر زمینِ عرب سرسبز و شاداب ہو گئی۔ درخت پھلوں سے جھک گئے۔ مکہ میں خوشحالی آگئی۔ اسی سال اصحاب الفیل کا واقعہ پیش آیا تھا۔ جب ابراھہ اور اس کی ساٹھ ہزار فوج اور ۱۳ ہاتھی سنگریزوں کی بارش سے کھائے ہوئے بُھس میں تبدیل ہو گئے۔" [[34]]

اس بیانیہ سادگی کے برعکس، ان کی کتاب "محمد رسول اللہ (جلد دوم)" میں ایک پختہ علمی اور سائنسی زبان ملتی ہے، جہاں سائنسی اصطلاحات اور کائناتی فارمولے شامل ہیں۔

- **ہدایتی اسلوب (Directive Style):** یہ اسلوب وہاں ظاہر ہوتا ہے جہاں قاری کو کسی کارِ خیر پر کاربند ہونے یا برائی سے رکنے کی تلقین کی جاتی ہے، جس میں فعلِ امر و نہی اور تعظیمی صیغوں کا استعمال نمایاں ہوتا ہے؛ جیسے "بارانِ رحمت" کا یہ اقتباس قاری کو عمل پر آمادہ کرنے کے لیے تحریر کیا گیا ہے:
"اتباعِ سنت کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر کی زندگی شروع سے آخر تک ایک ایسا ریکارڈ ہے جس کی تقلید کرنے کی ضرورت ہے: [۴۲]"
- **اظہاری اسلوب (Expressive Style):** یہ اسلوب ان کے جذباتی و وجدانی احوال کی ایسی پُر تاثیر ترجمانی کرتا ہے جو قاری کے دل میں بھی وہی مٹھاس اور تاثر پیدا کر دیتا ہے جو مصنف کے اپنے باطن کا حصہ ہے، اور یہی وہ توازن ہے جہاں ان کی نثری تحریریں شاعری کی طرح پر کشش بن جاتی ہیں۔

۹۔ جغرافیائی و تمدنی حکمتِ عملیاں اور تاریخی شعور

خواجہ شمس الدین عظیمی کا یہ پختہ نظریہ ہے کہ سیرتِ پاک کے دور رس تاریخی فیصلوں، عمرانی اصولوں اور جنگی و سیاسی حکمتِ عملیوں کو اس وقت تک کماحقہ سمجھا ہی نہیں جا سکتا، جب تک سیرت نگار اس عہد کے جغرافیائی، سماجی، اقتصادی، انفرادی اور علاقائی معاہدوں اور قومی و ملکی رسوم و رواج کا گہرا شعور نہ رکھتا ہو۔ آپ اس تاریخی شعور اور مطالعہ سیرت کی ابلاغی ذمہ داری کو واضح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

> "یہ کتابچہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت پاک کے اس حصہ کا مجمل خاکہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ دین کے سلسلے میں ۲۳ سال جدوجہد اور کوشش فرمائی ہے۔ پیدائش کے بعد سے چالیس سال تک کی عمر بھی سالکان کے لئے مشعل راہ ہے۔ ہم سب خواتین و حضرات جن کے شانوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی تعلیمات عام کرنے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے بلاشبہ خوش بخت اور سعید ہیں۔ اس سعادت اور خوش بختی کی حفاظت کے لئے اور اس سعادت اور خوش بختی کا شکر ادا کرنے کے لئے ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ ساز سیرت کا بار بار مطالعہ کریں۔ اس عمل سے ہمارے اندر یقین اور مسلسل آگے بڑھتے رہنے کا حوصلہ پیدا ہو گا۔" [۵۱[35]]

حاصلِ کلام

بلاشبہ، عظیمی صاحب کی سیرت نگاری کے ابواب کا عمیق جائزہ لینے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ انہوں نے حیاتِ طیبہ کو محض مادی زمان و مکان کے روایتی خانوں میں تقسیم کرنے کے بجائے، مقاصدِ سیرتِ رسول ﷺ کے آفاقی زمروں کے تحت یکجا کیا ہے۔

ان متفرق سیرت نگارشات کے اسالیب سے یہ واضح ہے کہ فطری سادگی، بے تکلفی، موضوعاتی تنوع، سلاست و شگفتگی، سچے وجدانی احوال، عالمانہ تدبر، مابعد الطبیعیاتی و سائنسی توجیہات، اور عشقِ رسول ﷺ میں ڈوبا ہوا انداز وہ نمایاں خوبیاں ہیں جو خواجہ شمس الدین عظیمی کے سیرتی اسلوب کو عصرِ حاضر کے تمام سیرت نگاروں میں ایک ممتاز اور منفرد مقام عطا کرتی ہیں۔ ان کی تصانیف محض سیرتِ نبوی ﷺ کا بیان نہیں بل کہ ایک ایسا فکری اور روحانی منہج پیش کرتی ہیں جس میں قاری کو تحقیق اور عرفان کی نئی جہتیں میسر آتی ہیں۔ اس لیے خواجہ شمس الدین عظیمی کی تحریریں اصلاحِ اخلاق اور باطنی تشنگی دور کرنے کے لیے ہمیشہ تشنگانِ حقیقت کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔ ان کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ کسی ایک گروہ یا مخصوص مکتبِ فکر کے لیے نہیں، بل کہ تمام نوعِ انسانی کا مشترکہ باطنی ورثہ ہیں۔ انہوں نے صوفیانہ اور مابعد الطبیعیاتی موضوعات کو فکری وقار اور ادبی بالیدگی بخشی ہے۔

ان کے اسلوبِ نگارش کی سب سے بڑی خوبی وہ غیر محسوس اور شگفتہ ہمواری ہے، جو قاری کے ذہن کو تھکائے بغیر اسے مسلسل فکری تحرک فراہم کرتی ہے۔ خطابت کے عارضی تلاطم اور شعریت کی بے جا پرواز کے بجائے ان کا دلنشیں، مربوط اور یکساں روانی کا حامل نثری آہنگ ہی ان کی نگارشات کو دوام عطا کرتا ہے۔

موضوعاتی تنوع، سلاست، وجدانی کیفیات، معجزاتِ نبوی ﷺ کی سائنسی تشریحات، اور حبِ رسول ﷺ میں گندھا ہوا متوازن بیاں وہ ابدی خوبیاں ہیں جو خواجہ شمس الدین عظیمی کے صوفیانہ و سیرتی اسلوب کو اردو کے دیگر تمام سیرت نگاروں کے درمیان ممتاز اور دائمی انفرادیت کا تاج پہناتی ہیں۔ ان کا نثری آہنگ ہی ان کی نگارشات کو دوام عطا کرتا ہے۔

حوالاجات

[1] : شہزاد عظیمی: تذکرہ خواجہ شمس الدّین عظیمی، کراچی، الکتاب پبلی کیشنز، ۲۰۰۸، ص ۹

[2] : وقار یوسف عظیمی: سلسلہ عظیمیہ اور اس کی علمی و سماجی خدمات کا تحقیقی جائزہ، کراچی، مکتبہ روحانی ڈائجسٹ، ۲۰۰۸، ص ۲۰

[3] : شہزاد عظیمی: تذکرہ خواجہ شمس الدّین عظیمی، ص ۲۱

[4] : ایضاً، ص ۲۰

[5] : وقار یوسف عظیمی: سلسلہ عظیمیہ اور اس کی علمی و سماجی خدمات کا تحقیقی جائزہ، ص ۱۴۱

[6] : خواجہ شمس الدّین عظیمی: آوازِ دوست، کراچی، عظیمی پرنٹرز، س ن، ص ۸۶

[7] : شہزاد عظیمی: تذکرہ خواجہ شمس الدّین عظیمی، کراچی، الکتاب پبلشرز، ص ۲۱

[8] : ایضاً، ص ۲۱

[9] : ایضاً، ص ۳۰

[10] : یاسر ذی شان عظیمی: شرح رباعیات، مراقبہ ہال، سیالکوٹ، ۲۰۰۵، ص ۱۳

[11] : طارق سعید، ڈاکٹر: اسلوب اور اسلوبیات، دہلی، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، ۱۹۶۶، ص ۱۶۳

[12] : ابوالاعجاز حفیظ صدیقی: (مرتب) کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۱۳

[13] : خواجہ شمس الدّین عظیمی: محمد رسول اللہ ﷺ (جلد اوّل) کراچی، عظیمی یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۴، ص ۶

[14] : ایضاً، ص ۳۰

[15] : ایضاً، ص ۱۱۰

[16] : ایضاً، ص ۱۱۶

[17] : شہزاد عظیمی: تذکرہ خواجہ شمس الدّین عظیمی، کراچی، الکتاب پبلشرز، ص ۱۶۱

[18] : خواجہ شمس الدّین عظیمی: محمد رسول اللہ ﷺ (جلد دوم) کراچی، عظیمی یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۳، ص ۹

[19] : ایضاً، ص ۴

[20] : ایضاً، ص ۱۰/۲۷

[21] : ایضاً، ص ۴۴۳

[22] : ایضاً، ص ۴۴۹

[23] : ایضاً، ص ۴۵۳

[24] : خواجہ شمس الدّین عظیمی: بارانِ رحمت، ملتان، بہاءالدّین زکریا یونیورسٹی، شعبہ علومِ اسلامیہ، ۲۰۱۳، ص ۲

[25] : ایضاً، ص ۳۷۸

[26] : ایضاً، ص ۳۳۴

[27] : ایضاً، ص ۳۴۷

[28] : ایضاً، ص ۲۸۰/۲۸۱

[29] : ایضاً، ص ۳

[30] : خواجہ شمس الدّین عظیمی: اللہ کے محبوب ﷺ، کراچی، عظیمی پرنٹرز، س ن، ص ۵۱

[31] : خواجہ شمس الدّین عظیمی: صدائے جرس، ملتان، حرمین پرنٹنگ پریس، ۲۰۰۳، ص ۱۴۹

[32] : خواجہ شمس الدّین عظیمی: خطباتِ ملتان، کراچی، خواجہ شمس الدّین عظیمی ریسرچ سوسائٹی، س ن، ص ۱۰۱

[33] : ابو الکلام آزاد: رسولِ رحمت ﷺ، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن، ص ۱۳

[34] : خواجہ شمس الدّین عظیمی: محمد رسول اللہ ﷺ (جلد اوّل) کراچی، عظیمی یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۴، ص ۷

[35] : ایضاً، ص ۸